خلفائے راشدین کے دور میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی اہمیت

وجیہ الدین نعمان *

حافظ عنایت اللہ **

محمد وسیم اکبر ***

ABSTRACT:

Freedom of expression is the fundamental right of human being. It is also admitted by the International Human Rights Commission. The constitutions of almost all countries favor this right openly whether it is enforced practically or not. Islam is the only religion that has not only admitted the right of freedom of expression but it has also given its followers the guidelines to exercise this right within the given codes and ethics. Similarly, Islam asks its followers to play their role in propagation of the truth everywhere. Even to say truth in front of the tyrant is considered as Jiha'ad (the Holy War). The pages of history are replete with such examples that the Muslims have sacrificed their lives and property for the sake of truth and righteousness.The era of the Holy Prophet (Peace be upon him) and Khulafa-e-Rashidin (R.A) was an exemplary period for the freedom of expression. During that time, even a common man could speak, whatever he had in his mind, before the Caliph. The Caliph of the time was accountable for all his actions before a common man. That enlightened period of freedom of expression has alot to learn for democratic institutions, media and the next generation.

تعارف

آزادی اظہار رائے کا حق انسان کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔ یہ حق بین الاقوامی طور پر مسلمہ انسانی حقوق کی فہرست میں بھی شامل ہے۔ دنیا کے ہر ملک کے دستور نے اس حق کی حفاظت کی ضمانت دی ہے، خواہ عملی طور پر اس حق کی آزادی دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے اس حق کو تسلیم کیا اور پیروکار پر لازم قرار دیا کہ وہ حق بات کی ترویج واشاعت میں اپنا کردار ادا کرے۔ حتیٰ کہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا: wajeehuddin@gmail.com

** ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا: drinayat65@yahoo.com

*** ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف ماس کمیونی کیشن، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا: drwasimakbar@yahoo.com

تاریخِ موصولہ: ۲۲/۱/۲۰۱۴ء

تاریخ اسلام کے صفحات ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ مسلمانوں نے سچ اور حق بات کہنے میں کسی ظلم و جبر کی پرواہ نہیں کی خواہ اس کے لیے انہیں جان و مال کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑی۔

عہد نبویؐ اور خلفائے راشدین کا دور آزادی اظہار رائے کا مثالی دور رہا ہے۔ ایسا دور کہ جب عام آدمی بھی خلیفۂ وقت سے نہ صرف دل کی بات کہہ سکتا تھا بلکہ بھری مجلس میں اسے ٹوک سکتا تھا، احتساب کرسکتا تھا اور خلیفہ وقت کو اسی مجلس میں جواب دہی کرنی ہوتی تھی۔ آزادی اظہار رائے کا یہ روشن دور آئندہ آنے والی نسلوں، جمہوری اداروں اور ذرائع ابلاغ عامہ کے لیے تابندہ مثال ہے۔

آزادی اظہار رائے، خلفائے راشدین کے عہد میں

عہد حضرت ابوبکر صدیقؓ

آپ کا اصل نام عبدالکعب تھا، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور ماں کا نام سلمیٰ تھا۔ آپؓ کی ولادت ۵۷۳ء میں ہوئی۔ آپؓ کا عہد خلافت ۲ ربیع الاول سن ۱۱ ہجری سے لے کر ۲۱ جمادی الاول سن ۱۳ ہجری یعنی ۲ سال ۳ ماہ ۱۹/دن پر محیط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیرینہ رفیق اور جانثار ساتھی تھے۔ آپ کی زندگی عاجزی اور انکساری کا مثالی نمونہ تھی۔ آپ نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی، آپ کا دامن قناعت، تقویٰ اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال تھا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو آپ نے نہ صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین کی بلکہ لوگوں کو احتساب کی دعوت بھی دی۔ آپ نے اپنے خطبہ خلافت میں حقِ تنقید اور اختلاف رائے کے اظہار کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔"میں بشر ہوں اور آپ لوگوں میں کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعوٰی نہیں کرسکتا۔ مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کررہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجیے (۱)۔

آپ کے دور میں آزادی اظہار رائے کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص خلیفۂ وقت یا حکام بالا کے بارے میں رائے کا اظہار کرسکتا تھا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خلافت کی ذمہ داری سونپنے سے پہلے عوام اور جلیل القدر صحابہؓ سے رائے و مشورہ لینا مناسب سمجھا اور انہوں نے اپنی واضح اور دوٹوک رائے دی۔ چنانچہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور ان سے پوچھا"عمرؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" عبدالرحمن نے فرمایا: آپ حضرت عمرؓ کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: اس کے باوجود میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں؟ عبدالرحمن نے فرمایا: عمرؓ اس سے بہتر ہیں جیسا کہ آپ ان کو سمجھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلاکر ان کی رائے مانگی تو انہوں نے کہا"میں کیا بتاؤں آپ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اصرار

کیا تو وہ بولے۔ ''عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور وہ ہم سب سے اچھے ہیں''۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: خدا کی تم پر رحمت ہو اگر تم یہ رائے نہ دیتے تو میں تم ہی کو خلیفہ بناتا۔ ان دو حضرات کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چند دوسرے مہاجر و انصار صحابہؓ سے بھی رجوع کیا تو انہوں نے عمر فاروقؓ کے حق میں رائے دی۔ (۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ انتہائی نرم طبیعت کے مالک تھے۔ آپؓ نے مسلمانوں کے معاملات اور خلافت کے منصب کو نہایت خوش اسلوبی اور ذمہ داری سے پورا کیا۔ آپ کے خطبات میں آج کے حکمرانوں اور عہدہ داران کے لئے سنہری اصول موجود ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: ''تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے قوی ترین شخص میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔'' (۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورِ حکومت میں مخالفین سے ہمیشہ نرمی اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ آپؓ نے کبھی کسی کے ساتھ سختی یا زیادتی نہ ہونے دی، آپ کا دور حکومت شخصی آزادی اور حریت فکر کا سنہری دور تھا۔ جھوٹے نبیوں کی بیخ کنی اور منکرین زکوٰۃ سے جہاد آپ کے اہم کارنامے ہیں۔

عہد حضرت عمر فاروقؓ

آپ کا اصل نام عمر بن خطاب اور لقب فاروق تھا۔ آپ کے والد کا نام خطاب بن کفیل تھا۔ جو قبیلہ عدی کے سردار تھے۔ والدہ کا نام ختنمہ تھا۔ آپ کا عہدِ خلافت ۲۲ جمادی الثانی سن ۱۳ ہجری سے لے کر ۲۷ ذوالحجہ سن ۲۳ ہجری یعنی ۱۰ ر سال ۶ ماہ اور ۴ دن پر محیط ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد آپؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ بنے۔ آپ کی شجاعت، عدل و انصاف، قناعت و بردباری اور معاملہ فہمی قابلِ ستائش تھی۔ آپ گفتار و کردار میں اللہ کے برہان تھے۔ آپ کے قبول اسلام کی دعا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مانگی جو مستجاب ہوئی۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو تقویت ملی اور دین اسلام کی تبلیغ میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا ہوئی۔ آپؓ کا دور مسلمانوں کی تاریخ کا سنہری دور تھا۔ جب کہ ہر شخص سر عام خلیفۂ وقت کا محاسبہ کر سکتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں آزادی اظہار رائے کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی راہ چلتے یا بھری محفل میں برسر منبر جہاں چاہتا آپؓ کو ٹوک سکتا تھا۔ آپؓ سے اپنی شکایات بیان کر سکتا تھا۔ آپ کا مواخذہ کر سکتا تھا۔ اور آپ اظہار رائے کی اس روح کو بیدار رکھنے کے لئے ہمیشہ شکایت کنندہ کی بات پر پوری توجہ دیتے، اور اس کو کوئی دوسرا درمیان میں ٹوکتا تو آپ سخت ناراض ہوتے اور کہنے والے کو پوری بات کہنے کا موقع دیتے۔ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اس کی شکایت پر فوری کارروائی عمل میں لاتے (۴)۔

آپؓ کے دور حکومت میں بسا اوقات ایسا ہوا کہ عام آدمی نے آپ سے سخت لہجے میں باز پرس کی مگر آپؓ نے کبھی اس کا برا نہ مانا، مثلاً حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار امت کی قوت احتساب کا جائزہ لینے کی خاطر فرمایا۔ ''اگر میں بعض

معاملات میں ڈھیل اختیار کروں تو کیا کرو گے؟" حضرت بشیر بن سعدؓ کھڑے ہوئے تلوار نیام سے کھینچ کر کہا" ہم تمہارا سر اڑا دیں گے " حضرت عمر فاروقؓ نے ڈانٹ کر کہا" کیا میری شان میں تو یہ الفاظ کہتا ہے" انہوں نے کہا" ہاں ہاں! تمہاری شان میں حضرت عمر فاروقؓ نے خوش ہو کر کہا" الحمد اللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج ہو جاؤں تو وہ سیدھا کر دیں گے۔" (۵)

حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلام کی عظمت ، دعوت و تبلیغ اور اظہارے رائے کی آزادی کا روشن دور تھا۔ آپؓ نے اعلان کر رکھا تھا کہ" جب کسی کو کوئی ضرورت ہو یا ظلم کیا جائے یا میری کسی بات پر ناراض ہو تو مجھے اطلاع کرے۔ میں بھی تم ہی میں سے ایک فرد ہوں۔" (۶)

آپؓ مسلمانوں کے درویش صفت خلیفہ تھے۔ اگر چہ آپ کی سخت مزاجی مشہور تھی، مگر اختلاف رائے رکھنے والوں کی بات آپ ہمیشہ صبر و تحمل سے سنتے اور اگر رائے قرآن و سنت کے مطابق ہوتی تو فوراً اس پر عمل درآمد کرتے اور یہ نہ دیکھتے کہ رائے دینے والا کوئی بڑا آدمی ہے یا چھوٹا، عورت ہے یا مرد۔ مثلاً حضرت عمر فاروقؓ نے حق مہر کو کم کرنے کا قانون بنایا اور ممبر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سے اس کا اعلان کیا۔ ایک عورت جو اس مجمع عام میں موجود تھی، اس نے سوچا کہ اس قانون سے تو عورتوں کے حقوق متاثر ہوں گے۔ اس نے مجمع عام میں اپنی رائے کا کھلم کھلا اظہار کیا، اس نے کہا " عمرؓ تمھیں یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ عورتوں کے حقوق میں کمی کرو۔ خدا کا تو یہ حکم ہے کہ اگر تم ایک بڑا خزانہ بھی حق مہر دے چکے ہو تو اسے واپس نہ لو " حضرت عمر فاروقؓ اس خاتون کے اظہار رائے سے متاثر ہوئے اور سمجھے کہ ان کی رائے کے مقابلے میں اس عورت کی رائے زیادہ صائب اور قرآن کی روح کے مطابق ہے، انہوں نے اپنا بنایا ہوا قانون واپس لے لیا اور عورت کی رائے کے مطابق عمل کیا (۷)۔

آپؓ نے عوام کو جو آزادی دے رکھی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر طرف امن و امان اور بھائی چارے کا دور دورہ تھا۔ اسلامی سلطنت ترقی کر رہی تھی، فتوحات کا سلسلہ وسیع ہو رہا تھا اور قرب و جوار کے ممالک کے لوگ آپؓ کی سیرت و کردار اور عدل و انصاف کی وجہ سے اسلام قبول کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شام اور مصر میں رومی شہنشاہت کا چراغ گل ہو گیا اور ایران کی بادشاہت ختم ہو گئی، اس کی وجہ یہی تھی کہ آپؓ نے عوام کو شخصی آزادی دے رکھی تھی اور لوگ اپنے دل و ضمیر کی بات برملا اور ہر وقت خلیفہ وقت کے سامنے کر سکتے تھے۔ محمد صلاح الدینؒ عہد فاروقیؓ کا ایک بصیرت افروز واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک خاتون راہ چلتے آپ پر برس پڑی اور بولی، عمر تمہارے حال پر افسوس ہے۔ میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم عمر کہلاتے تھے اور لاٹھی لئے دن بھر عکاظ میں بکریاں چراتے تھے۔ اس کے بعد میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب تم عمر کہلانے لگے اور اب یہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ امیر المومنین بنے پھرتے ہو، رعایا کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ جو اللہ کی وعید سے ڈرے گا اور آخرت کے بعید عالم کو اپنے آپ سے بالکل قریب پائے گا اور

جس کو موت کا ڈر ہو گا وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہے گا کہ خدا کی دی ہوئی کوئی فرصت رائیگاں نہ جائے، جو لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ تھے، یہ تقریر سن کر بولے، آپ نے امیر المومنین کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا" یہ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں انہیں کہنے دو، تمہیں شائد علم نہیں کہ یہ خولہ بنت حکیمؓ ہیں۔ان کی بات تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تو عمر کی کیا ہستی ہے کہ ان کی بات نہ سنے۔"(۸)

تاریخ اسلامی میں حضرت عمر فاروقؓ ایک سخت گیر اور انصاف پسند حکمران کی حیثیت سے معروف ہیں، لیکن آپ کی یہ سختی ظالموں کے لیے تھی۔آپؓ ہر مظلوم کی دادرسی کرنا چاہتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپؓ نے ہر خاص و عام کو جرات اظہار عطا کر رکھی تھی۔آپؓ کا دور خلافت آزادی اظہار رائے کے بے شمار قابل تقلید واقعات سے بھرا پڑا ہے۔

"ایک بدو نے حضرت عمرؓ جیسے جلال اور شان وشوکت رکھنے والے خلیفہ کا خطبۂ جمعہ مجمع عام میں ممبر رسول پر سننے سے انکار کر دیا تھا اور حق اظہار رائے کے استعمال سے مطالبہ کیا تھا کہ پہلے یہ بتایا جائے کہ آپ کے بدن پر جو نیا کرتہ ہے، یہ کہاں سے آیا ہے۔تمام مسلمانوں کو ایک ایک یمنی چادر حصے میں ملی ہے ایک چادر سے آپ کے لمبے بدن پر اتنا بڑا کرتہ پورا نہیں آسکتا، آپ نے اضافی کپڑا کہاں سے لیا؟ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو جواب دینے کو کہا، جس نے بتایا کہ اس نے اپنا حصہ اپنے بابا کو دے دیا تھا۔انہوں نے اپنے اور میرے حصے کے کپڑے سے یہ کرتہ سلوایا ہے، اس سے بدو کو اطمینان ہوا اور حضرت عمرؓ نے خطبہ جاری رکھا(۹) دورانِ گفتگو نہ سیکورٹی گارڈ نے روکا، نہ مجمع نے ٹوکا اور نہ قانون توہین حرکت میں آیا، مگر آزادی اظہار رائے کے ان جیسے واقعات نے معاشرے کو جو قوت، استحکام، امن و سلامتی اور اخوت و مساوات کی لازوال دولت عطا کی، وہ انمول تھی۔

آپ نے اپنے عہد خلافت میں کسی پر جبر یا زیادتی نہ کی۔کسی کی زبان بندی نہ کی بلکہ اختلاف رائے رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔کسی بات کو اپنی شان میں گستاخی قرار نہیں دیا بلکہ احتساب کو عوام کا حق قرار دیا۔"ایک شخص نے سرراہ آپؓ کو مخاطب کر کے کہا، عمر خدا سے ڈرو، اس نے یہ جملہ کئی بار دہرایا، اس پر کسی نے ٹوکا، چپ رہ تُو نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ سنایا، حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً مداخلت کرتے ہوئے فرمایا، اسے مت روکو، یہ لوگ اگر ہم سے ایسی بات کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا؟ اور اگر ہم ان کی باتوں کو قبول نہ کریں تو ہمیں بھلائی سے عاری سمجھنا چاہیے اور بعید نہیں کہ یہ بات اپنے کہنے والے پر ہی چسپاں ہو جائے'' (۱۰)۔آپ کے دور میں اگر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو بھی کسی گورنر سے شکایت ہوتی تو آپؓ فوراً کارروائی کا حکم دیتے۔حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ کی بیعت نہ کی مگر آپ نے کچھ نہیں کہا، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور گورنروں کے خلاف حضرت عمر فاروقؓ نے کھلے اجلاس میں شکایات سنیں اور دادرسی بہم پہنچائی (۱۱)۔آپؓ نے پیغام رسانی کا شعبہ اور پولیس کا نظام قائم کیا، بیت المقدس کو فتح کیا، اس کے علاوہ عراق، اردن اور ایران تک کا علاقہ آپ کے عہد خلافت میں اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔

عہد حضرت عثمان غنیؓ

آپ کا نام عثمان بن عفان اور لقب غنی تھا۔آپ کے والد کا نام عبدالشمّس اور والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا۔آپؓ قریش کی سب سے بڑی شاخ امیہ سے تعلق رکھتے تھے جو کہ ایک مقبول قبیلہ تھا۔آپ حساس دل، روشن ضمیر اور دریا دل انسان تھے۔آپؓ کا عہد خلافت یکم محرم ۲۴ ہجری سے لے کر ۱۸ ذولحجہ ۳۵ ہجری یعنی ۱۱ سال ۱۱ ماہ اور ۱۷ دن پر محیط ہے۔حضرت عثمان غنیؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ اور داماد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔آپؓ عفوو درگزر، سخاوت اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔آپؓ نے ہر آڑے وقت میں مسلمانوں کو سہولتیں بہم پہنچائیں۔آپ کے دَر سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہ گیا۔آپؓ نے ہمیشہ مظلوموں کی دادرسی کی اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔منکسرالمزاجی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔حضرت عثمان غنیؓ نے ایک مرتبہ مجمع عام میں فرمایا تھا کہ"اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں" اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے تو معاف کردے۔" (۱۲)

حضرت عثمان غنیؓ خوف خدا رکھنے والے دردمند انسان تھے۔آپ ہر معاملے میں سنت نبویؐ کے شیدائی تھے۔آپ نے ۲۹ ہجری میں مسجد نبویؐ کی توسیع فرما کر اسے دعوت وتبلیغ کا مرکز بنادیا۔

آپ کے عہد میں مخالفتوں نے جنم لیا۔مخالفین آپ کی نرم مزاجی کی وجہ سے سازشوں پر کمربستہ ہوگئے۔مگر آپؐ نے پھر بھی شخصی آزادیوں پر کوئی قدغن نہیں لگائی۔آپؐ نے کبھی سخت رویہ اختیار نہ کیا۔آپ نے اپنے عہدِ حکومت میں کوشش کی کہ ہر مظلوم کی دادرسی ہوسکے۔آپ نے ہمیشہ سیاسی اختلافات کو بات چیت سے طے کرنیکی کوشش کی۔"حضرت عثمانؓ نے تو سیاسی اختلاف کے اظہار کی اتنی کھلی چھوٹ دی کہ مخالفین کو طاقت سے کچلنے یا انکی زبان بندی کرنے پر اپنی جان دینے کو ترجیح دی۔" (۱۳)

غرض آپؓ کا دورحکومت اختلافات اور اظہار رائے کی آزادی کا بے مثال دور ہے۔آپؓ نے سب کی عزت نفس کا خیال رکھا، اختلافات کے باوجود اپنے مخالفین سے کوئی زیادتی نہ کی۔آپ نے ہمیشہ دوسروں کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھا۔آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں حفاظت قرآن کا کارنامہ سرفہرست ہے۔

عہد حضرت علیؓ

آپ کا نام علی، کنیت ابوتراب اور لقب اسداللہ تھا۔ماں کا نام فاطمہؓ اور والد کا نام ابوطالب تھا۔آپ نے بچپن ہی سے سایۂ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں پرورش پائی۔آپ کا عہد خلافت ۲۴ ذوالحجہ ۳۵ ہجری سے لے کر ۱۷ رمضان سن ۴۰ ہجری یعنی ۴ سال ایک ماہ اور ۲۳ دن پر محیط ہے۔آپ بہادری وشجاعت اور علم وعرفان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔آپؓ ایک مفتی، عالم اور فقیہہ کی حیثیت سے ممتاز تھے۔حضرت علی ابن ابی طالب مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور

داماد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔آپؓ نے اوائل عمری ہی میں اسلام قبول کیا۔آپؓ بے پناہ خود اعتمادی،قوت ارادی اور شجاعت کے مالک تھے۔دنیا سے بے نیازی و بے رغبتی میں آپ بلند مقام پر فائز تھے۔آپ کا سینہ علم وحکمت کا خزینہ تھا۔حضرت علیؓ کے تعلقات اپنے پیش روتینوں خلفائے راشدین سے نہایت خوشگوار تھے۔چاروں یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپس میں"رحماء بینھم"کی عملی تصویر تھے۔حضرت علی کی ذہانت وفطانت مثالی تھی۔آپ بلا کے معاملہ فہیم تھے۔آپ کا دورعدل وانصاف کا مثالی دور تھا جس میں ایک عام آدمی کی طرح خلیفہ وقت کو بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ مثلاً ایک مشہور واقعہ ہے۔کہ"حضرت علیؓ نے ایک نصرانی کو بازار میں اپنی زرہ فروخت کرتے دیکھا تو کہا یہ میری ہے۔اس کے انکار پر مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا،حضرت علی کوئی شہادت پیش نہ کر سکے۔چنانچہ فیصلہ نصرانی کے حق میں سنا دیا گیا۔اور خود حضرت علی نے اسے قبول کرتے ہوئے فرمایا، "شریح تم نے ٹھیک فیصلہ کیا"فیصلہ سن کر نصرانی حیرت زدہ ہو گیا اور بولا" یہ تو پیغمبرانہ عدل ہے کہ امیر المومنین کو بھی عدالت میں آنا پڑتا ہے اور انہیں بھی اپنے خلاف فیصلہ بھی سننا پڑتا ہے،حقیقت یہ ہے کہ زرہ امیر المومنین کی ہے کہ یہ ان کے اونٹ سے گر گئی تھی۔میں نے اٹھالی (۱۴)۔

آپؓ کے دور میں خوارج کی سازشیں اور فتنہ انگیزیاں عروج پر تھیں۔مگر آپؓ نے پھر بھی انہیں طاقت سے نہ دبایا۔ حضرت علیؓ نے خوارج کو جو تحریری پیغام بھجوایا اس میں صاف لکھا تھا کہ"تم کو آزادی ہے جہاں چاہو رہو،البتہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرارداد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے، بدامنی پیدا نہیں کرو گے اور کسی پر ظلم نہیں ڈھاؤ گے۔" (۱۵)

حضرت علی کے عہد حکومت میں خارجی آپؓ کو برا بھلا کہتے ،قتل کی دھمکیاں دیتے اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے مگر آپ نے ان کے طرز عمل کا برا نہ مانا اور ان کی زباں بندی نہ کی اور نہ انہیں گرفتار کیا اور نہ انہیں جیل کے اندھیرے دکھائے۔حالانکہ مخالفین آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

وہ اعلانیہ آپؓ کو گالیاں دیتے تھے،قتل تک کرنے کی آپ کو دھمکیاں دیتے تھے۔مگر ان باتوں پر جب کبھی ان کو پکڑا گیا تو آپؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنی حکومت کے افسروں سے فرمایا کہ"جب تک وہ باغیانہ کارروائیاں نہ کریں،محض زبانی مخالفت اور دھمکیاں ایسی چیز نہیں جن کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے۔" (۱۶)

خلاصہ بحث

تمام خلفائے راشدین نے عوام کے حق تنقید اور آزادی اظہار کو مقدم رکھا اور کبھی عوام الناس پر بے جا پابندیوں اور ظلم و جبر سے کاروبار حکومت چلانے کی کوشش نہیں کی۔یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کا دورِ خلافت نیکی وشرافت، ایثار و قربانی، آزادی رائے اور عدل وانصاف کا مثالی اور روشن دور ہے۔یہ مثالیں صرف خلفائے راشدین کے دور تک محدود

نہیں بلکہ انکی جھلک ہمیں مسلمانوں کی تاریخ کے ہر دور میں ملتی ہے وہ دور خواہ عمر بن عبدالعزیز کا ہو یا حجاج بن یوسف کا، عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دور کا تزکرہ ہو یا برصغیر پاک و ہند میں جلال الدین اکبر کے عہد میں حضرت مجدالف ثانیؒ کی حق گوئی و بے باکی کا۔غرض مسلمانوں کے اندر جب تک خوف خدا اور قرآن وحدیث سے اکتساب نور کی روایت باقی رہے گی، آزادی اظہار رائے کی شمع روشن رہے گی۔

مراجع وحواشی

(۱)　فاروق، خورشید احمد۔ڈاکٹر، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط، ص ۱۰، لاہور: ادارہ اسلامیات، (۱۹۷۸)

(۲)　ایضاً، ص ۱۴۰

(۳)　نیازی، لیاقت علی خان۔ڈاکٹر، اسلام کا قانون صحافت، ص ۱۲۶، لاہور: بک ٹاک، (۱۹۹۵)

(۴)　صلاح الدین، بنیادی حقوق، ص ۲۷۰، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، (۱۹۷۸)

(۵)　نعمانی، شبلی۔مولانا، الفاروق، ص ۵۱۱، کراچی: مدینہ پبلشنگ ہاؤس، (۱۹۷۰)

(۶)　طنطاوی، مترجم عبدالصمد صارم، عمرؓ بن خطاب، ص ۲۸۷، لاہور: مطبوعہ البیان، (۱۹۷۱)

(۷)　گورایہ محمد یوسف۔ڈاکٹر، اسلام میں اظہار رائے کا تصور، روزنامہ جنگ، ص ۳، راولپنڈی یکم مارچ ۱۹۸۷، (۱۹۸۷)

(۸)　صلاح الدین، ص ۲۷۲

(۹)　صلاح الدین، آزادی رائے کی اہمیت، نوائے وقت، ص ۳، راولپنڈی، (۱۹۸۸)

(۱۰)　قاضی، ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۱۲۹، کراچی: مطبوعہ چراغ راہ، (۱۹۶۶)

(۱۱)　نیازی، لیاقت علی خان۔ڈاکٹر، ص ۱۲۵

(۱۲)　گوہر رحمن۔مولانا، اسلامی ریاست، ص ۴۰۸، لاہور: المنار بک سنٹر، (۱۹۸۲)

(۱۳)　صلاح الدین، ص ۲۷۴، (۱۹۷۸)

(۱۴)　ابن عساکر، تہذیب تاریخ، جلد ششم، ص ۳۰۶، مطبوعہ دمشق، (۱۳۴۵)

(۱۵)　گیلانی، امین احسن، اسلامی ریاست، ص ۳۳، لاہور: مکتبہ جماعت اسلامی، (۱۹۵۰)

(۱۶)　مودودی، ابوالاعلیٰ۔مولانا، تفہیمات، جلد چہارم، ص ۳۲، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، (۱۹۸۵)